محمود مرزا جہلمی

فاعتبروا یا أولی الأبصار

پاکستان اور آزاد کشمیر میں آنے والے چند سیکنڈ کے زلزلے نے وہ تباہی مچائی ہے اور انسانی بے بسی اور بے بضاعتی کا وہ منظر پیش کیا ہے۔ کہ پوری دنیا اور اقوام متحدہ کے کار پرداز چیخ اٹھے ہیں۔ چند اضلاع کی بحالی پوری دنیا کیلئے مسئلہ بن کر رہ گئی ہے اور اس پر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اخبارات و رسائل اور الیکٹرانک میڈیا پر علماء اور سکالر خصوصاً سیکولر دانشور بڑی دور کی کوڑی لا رہے ہیں۔

زلزلے کیوں آتے ہیں؟ ان کے اسباب وعلل کیا ہیں؟ اس پر سیکولر قسم کے علمائے جغرافیہ نے عجیب و غریب نظریات کا اظہار کیا ہے۔ سائنسدانوں کا اصل موقف کیا ہے؟ اس پر ایک الگ مضمون عنقریب قارئین کی معلومات میں اضافہ کیلئے پیش کیا جائے گا۔ کیونکہ زلزلے مسلسل آرہے ہیں اور ابھی تک ہم خطرے سے باہر نہیں آسکے۔ اس سلسلے میں خالصتاً دینی نقطہ نظر سے ہمارا موقف کچھ یوں ہے کہ ''ارض وسما کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت فرمایا تھا کہ آیا وہ طوعاً وکرہاً اطاعت کریں گے یا خوش دلی سے تو دونوں نے خوش دلی سے اطاعت و فرماں برداری کو اختیار کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کے احکام دے دیئے تھے کہ انھوں نے تا قیام قیامت کیا کچھ کرنا ہے۔ یہ مضمون قرآن میں مذکور ہے۔ جغرافیہ کے قوانین کے مطابق تو زلزلہ ہی مستقل کیفیت ہے۔

مگر زمین احکام الٰہی کے تحت ساکن رہتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر ناراض ہوتے ہیں تو زمین زلزلہ برپا کر دیتی ہے۔ کبھی تو بات صرف وارننگ تک رہتی ہے۔ جب وارننگ بھی بے اثر رہے تو پھر بستیاں الٹ دی جاتی ہیں۔ ہم اس زلزلہ کو کسی جغرافیائی بے قاعدگی کا نتیجہ نہیں خیال کرتے بلکہ انھیں اور دیگر آفات ارضی وسماوی کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اثر کہتے ہیں۔ لیکن بعض اہل علم ٹی۔وی پر یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے ہیں اور وہ ہم سے ناراض نہیں اور حالیہ زلزلہ محض جغرافیائی بے قاعدگی ہے۔ کہنے کو تو یہود و نصاریٰ بھی اپنے تئیں اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے کہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو بچانے کیلئے طوفان نوح لانے سے پہلے کشتی نوح میں سوار کرا دیا کرتا ہے۔ وہ اپنے پیاروں کی بستیاں نہیں الٹ دیا کرتا۔ ہم تو اللہ کے غضب سے ڈرنے والے لوگ ہیں اور دن رات یہی دعا کرتے رہتے ہیں:۔

''اے ہمارے اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرما اور ہمارے گناہوں کی طرف نہ دیکھ۔ اے ہمارے اللہ

تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ فرمانا اور نہ ہی اپنے عذاب کے ذریعے ہلاک فرمانا''۔آپ بھی کثرت سے یہ دعائیں پڑھا کریں۔غضب کو رحمت کہنا بڑی جسارت بلکہ بے وقوفی ہے۔یہ روش فوراً قابل ترک ہے۔ہاں یہ الگ بات ہے کہ پس ماندگان الحمد لله علی کل حال کہیں اور صبر کریں مگر اس زلزلہ کو اللہ جبار و قہار کی ناراضگی کا اظہار ضرور فرمائیں۔موسیٰ، نوحؑ، اور لوطؑ کی امتوں پر عذاب اتارنے سے پہلے ان کے ماننے والوں کو نکال لیا گیا تھا۔

بلا شبہ وہ نکال لئے جانے والے اللہ کے پیارے تھے۔اللہ اپنے پیاروں کے گھر بار، اہل و عیال اور جان و مال تو تباہ نہیں فرما دیا کرتے۔اس لئے ٹی۔وی کے وہ دانشور سراسر غلط کہتے ہیں جو زلزلہ کو محض جغرافیائی بے قاعدگی کا اثر کہتے ہیں۔سیالکوٹ والے جناب ارمغان سبحانی بھی اسی خیال کے پرچارک ہیں کہ اہالیان مظفر آباد، بالاکوٹ، مانسہرہ وغیرہ ان کی طرح ہی معصوم تھے اور انھیں مغضوب اور معتوب نہ کہنا چاہیے۔ہم نامزد کر کے کسی طبقہ کو مغضوب کہنے کی تائید نہیں کرتے۔پر سرکشی کی ایک قرآنی مثال ضرور پیش کرنا چاہیں گے۔لوطؑ کی قوم ان کی فہمائش پر کہا کرتی تھی ''ہم تو پاکباز لوگ ہیں''۔پر انہی پاکبازوں پر سنگباری کر کے ان کی جڑ کاٹ دی گئی۔ایک اور غلط روش بھی قابل توجہ ہے۔مبلغین و مصلحین جب ضالین کو دعوت اصلاح دیتے ہیں تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں ''جاؤ جی جاؤ، ہمیں اپنے اسلام پر تمہارے سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہ ہے''۔

اور اگر زلزلہ کسی طبقات الارضی خلل کا اثر تھا اور اس کی برپا کردہ تباہی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی دخل نہ تھا۔تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ زیر زمین کارکنان فطرت، اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت نہیں بلکہ اپنی عمل پیرائی اور قیامت خیزی میں آزاد ہیں اور یہ ماننا صریح کفر ہے۔ہمیں یہ معلوم ہے کہ بحکم قرآن جان و مال کے نقصان اور فصلات و ثمرات کے اتلاف کے ذریعے اہل ایمان کا امتحان لیا جاتا ہے یہ امتحان بعض اوقات اتنے شدید ہوتے ہیں کہ شعب ابی طالب کے پہاڑ اصحاب محمد ﷺ کی آہوں سے گونج اٹھتے ہیں۔اور اہل ایمان (متیٰ نصر الله؟) کی دہائی دینے لگ جاتے ہیں۔

لیکن بستیاں تو ان لوگوں کی الٹ دی جاتی ہیں جو بغاوت و سرکشی کی تمام حدیں عبور کر جاتے ہیں۔عاد و ثمود کی بستیوں کا تہہ و بالا کر دیا جانا ان کے امتحان کیلئے نہ تھا۔فرعون و آل فرعون کا غرقاب ہونا، امتحان نہ تھا۔طوفان نوحؑ سرکشوں کا امتحان نہ تھا بلکہ ان پر اللہ جبار و قہار کا غضب تھا۔یہی وہ تباہ شدہ آبادیاں ہیں جنھیں روئے زمین پر مستقل طور پر عبرت کی نشانیاں بنا کر رکھ دیا گیا ہے اور انھی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ اے لوگو! دنیا

میں گھوم پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا تھا۔میرے خیال میں ہمارے قارئین ان مثالوں سے امتحان اورغضب کا فرق ضرور سمجھ لیں گے۔

میرے نزدیک 8اکتوبر کا زلزلہ انتباہ تھا۔بے نماز مسجدوں میں آجائیں،سود خور، مے نوش،قمار باز توبہ کریں۔گراں فروش، دوکاندار اور رشوت خور اہل کار باز آجائیں۔گوالے دودھ میں پانی ملانے سے باز آجائیں۔ گوییے طبلہ سارنگی توڑ دیں۔بدکار بدکاری ترک کردیں۔بے ستر عورتیں مستورات بنیں۔یہ سنگین صورت حال، فنکاروں کے بس کا روگ نہیں۔یہ لمحہ مسکراہٹیں بکھیرنے کا نہیں بلکہ عبرت پکڑنے کا ہے۔اسے سنجیدگی سے لیں اور اس سے وہ نتائج اخذ کریں جو درست ہیں۔اگر کوئی طفلِ ناداں چھت سے گر کر اپنی ہڈی پسلی توڑ کر رونے لگ جائے تو اسے ہنسانا بھی ایک کام ہے۔مگر اسے درس احتیاط دینا بھی ضروری ہے۔

ہمیں رسالہ حرمین کی تنگی داماں کا خیال نہ ہوتو ابھی اس موضوع پر بہت کچھ کہنا ضروری ہے مگر جس قدر کہہ چکے ہیں، وہ اتنا ضرور ہے کہ اصحاب فکر کیلئے کافی ہے۔قوموں پر کچھ لمحات ایسے ضرور آیا کرتے ہیں کہ وہ عبرت پکڑ لیتی ہیں اور ایسے موقع پر اصلاح ملت کی راہ آسان ہوجاتی ہے۔اور یہ کام صدر مشرف اور وزیر اعظم شوکت عزیز صاحب کے کرنے کا تھا۔انہوں نے بڑی پامردی سے صورت حال کا مقابلہ کیا اور مصیبت زدگان کی خدمت اور بحالی کے سلسلہ میں بڑی منظم کوشش کی ہے۔آبادی کے سب طبقات نے اپنی اپنی بساط کے مطابق درد دل کا ثبوت دیا ہے۔اپوزیشن نے بھی اپنا کردار خوب نبھایا ہے۔افواج پاکستان نے جس بہادری اور پامردی سے ابنائے وطن کی مدد کی ہے، وہ ایک قابل فخر حقیقت ہے۔

لیکن اگر صدر محترم اور جناب وزیر اعظمؔ اپنی اصلاح کے بعد قوم کو دعوت استغفار دیتے تو ان کی زبان کی تاثیر ہی کچھ اور ہوتی۔ہماری ان سے استدعا ہے کہ وہ اب بھی پوری دل سوزی کے ساتھ قوم کو ادھر متوجہ کریں۔ان کی بات کا اثر یقینی ہے۔اس وقت صدمہ سے دل نرم ہیں دعوت اصلاح لازماً دل میں اترے گی۔مانسہرہ، مظفر آباد اور بالاکوٹ وغیرہ میں مسلسل جھٹکے آرہے ہیں اور ایک جھٹکے کی شدت ریکٹر سکیل پر چھ ڈگری سے زیادہ ریکارڈ ہوئی ہے۔جس سے پھر عمارتیں گری ہیں۔یہ انتباہ پر انتباہ ہے۔

یہ معاملہ محض مسکراہٹیں لوٹانے کا نہیں ہے۔بات اس سے زیادہ ہے۔یہ جغرافیائی ہلچل اللہ تعالیٰ کے حکم

کے تحت وارننگ ہے۔اسے پوری سنجیدگی سے لینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ بار بار ہمیں سنبھل جانے کی یاد دہانی کراتے ہیں۔اب بھی وقت ہے کہ ہم توبہ کریں اور منکرات سے باز آجائیں۔دیکھیں، رمضان شریف کا عشرہ رحمت، اللہ رحمٰن ورحیم جس نے رحمت اپنے اوپر واجب کر رکھی ہے اور ہم پر یہ قیامت! معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارحم الراحمین ہم پر بڑا ہی ناراض ہے ورنہ وہ عشرہ رحمت میں اپنے غضب کا ہرگز اظہار نہ کرتا اور عشرہ رحمت کی لاج ضرور رکھتا۔میں اس بات کا داعی ہوں کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کی ڈھارس بندھانا فرض عین ہے۔ان کی بحالی کار ثواب ہے۔

یہ امتحان کا پہلو تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ زلزلہ اس لئے برپا نہیں کیا تھا کہ وہ کچھ لوگوں کو مارنا چاہتا تھا اور بعض کو یتیم، بعض کو بیوہ اور بعض کو اپاہج کرنا چاہتا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہماری عبرت کیلئے تھا اور اگر ہم نے اب بھی عبرت نہ پکڑی اور مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم اس سے اب بھی غافل ہیں۔تو ہماری یہ غفلت خاکم بدہن کسی بڑی آفت کا سبب بن سکتی ہے۔

اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک (امین)

شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق ملتانی کا سانحہ ارتحال

مورخہ 29 اکتوبر بروز ہفتہ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق ملتانی 95 سال کی عمر میں انتقال کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) شیخ مرحوم ممتاز عالم دین ہونے کے باوجود انتہائی سادہ اور بردبار شخصیت کے مالک تھے۔آپ نے 70 سال درس حدیث دیا۔آپ کے تلامذہ پاکستان کے علاوہ سعودی عرب اور کویت میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اور یہی مولانا مرحوم کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔آپ نے ساری زندگی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے پلیٹ فارم پر کام کیا۔شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، ان کے رفقاء اور امیر محترم سینٹر پروفیسر ساجد میر صاحب کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔آپ اہل ملتان کیلئے خصوصاً اور عمومی طور پر جماعت اہل حدیث کیلئے سایہ کی حیثیت رکھتے تھے آپ کی نماز جنازہ میں حاضرین کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ جامعہ محمدیہ عام خاص باغ تنگ دامانی کا گلہ کر رہا تھا۔مولانا کی نماز جنازہ ان کے بیٹے مولانا محمد ابراہیم ملتانی نے پڑھائی۔ رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر نے مرکزی جامع مسجد چوک اہل حدیث میں دوسرے خطبہ جمعہ میں مولانا مرحوم کی دینی وجماعتی خدمات کو سراہا اور ان کی مغفرت کیلئے دعا کی۔